Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

جمالیاتی نظریات اور مجید امجد کی نظم ”حسن“

THEORIES AND MAJEED AMJAD'S POEM "HUSSAN" AESTHETICS

[1]بشریٰ شیریں، [2]ڈاکٹر وحید الرحمان خان

Abstract:

According to Majeed Amjad, discipline, continuity, contradictions and harmony exist in the universe and these are the qualities that cause beauty in an object. Furthermore, according to Majeed Amjad, subtle feelings are also due to beauty. The pleasure of feelings is due to beauty. If we want to examine Majeed Amjad's theory of beauty, a quick look at the history of aesthetics reveals that the history of aesthetics is Socrates, Plato, Aristotle, St. Augustine, Espinoza, David Hume. And aestheticians like Lessing make everything beautiful. The most important philosopher after Plato who regularly presented philosophy of art is Aristotle, a student of Plato. Aristotle's famous book is poetry, which contains his ideas about art and beauty. The good thing is that they make the ugly and incomplete things in the universe beautiful and complete.

Keywords: Majeed Amjad, Beauty, discipline, continuity, aesthetics, Socrates, Plato, Aristotle, St. Augustine, Espinoza

ہر انسان حسن و قبح کے معیارات رکھتے ہوئے مختلف ، اشیاء، مظاہر فطرت اور فنون کو پسند ناپسند کرتا ہے۔ حسن کیا ہے؟ وہ کون سی خصوصیات ہیں جو کسی شے کو حسین اور قبیح بنا دیتی ہیں؟ ایسے سوالات ہیں جو فلسفے کا موضوع رہے ہیں۔ فلسفیوں کے دلائل میں اور شعرا کی شاعری میں حسن کی تعریف ملتی ہے۔ جہاں فلسفی حسن کی تعریف دلائل کی روشنی میں کرتے ہیں وہاں شعرا کے نزدیک حسن کی ایک جذباتی کیفیت کا نام ہو سکتا ہے۔ لہٰذا فلسفیوں کے نظریہ حسن میں ہمیں منطقی ترتیب نظر آتی ہے اور شعرا کا نظریہ حسن چوں کہ جذباتی کیفیت پر منحصر ہوتا ہے لہٰذا اس میں جھول اور تبدیلی کے امکانات کہیں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ اس مضمون میں حسن کی تعریف کو زیر بحث لایا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ قدیم یونان سے لے کر موجودہ فلسفیوں تک حسن کو کس طرح سمجھا جاتا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جدید شعرا میں عظیم شاعر مجید امجد کے فلسفہ حسن کا بھی مطالعہ کیا جائے کہ اس کے خیال میں حسن کیا ہے۔ اس مقصد کے لیے مجید امجد کی نظم "حسن" کا انتخاب کیا گیا ہے۔ جس میں شاعر نے حسن کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

انسان فطری طور پر جمال پرست یا حسن پرست ہے۔ چاہے زمانہ قدیم کا انسان ہو یا زمانہ جدید کا، مظاہر فطرت کا حسن اور اشیاء کا جمال اسے متاثر کرتا رہا ہے۔ انسان ہمیشہ سے فطرت میں موجود ہم آہنگی اور نغمگیت ڈھونڈتا رہا ہے اور اپنی تلاش کی تکمیل پر فطرت کی اس خوب صورتی کو سراہتا رہا ہے، مگر انسان ہمیشہ سے معیار پرست بھی رہا ہے۔ وہ کبھی کسی شے کو کسی معیار کی درجہ بندی کے بغیر حسین و قبیح نہیں کہتا خواہ وہ معیار بذات خود پست ہی ہو۔ کوئی معیار بلند ہے یا پست، وقت اور دلیل اس کا تعین کر دیتے ہیں۔

جمالیات میں حسن و قبیح پر معیار کے لحاظ سے بحث کی جاتی ہے۔ مختلف عہد میں حسن و قبیح کو پرکھنے کے مختلف معیارات رہے ہیں جن کی بنیاد پر کسی شے پر حسن یا قبیح ہونے کا اطلاق کیا جاتا رہا ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جمالیات فلسفہ کی ایک وسیع شاخ ہے، جس میں فلسفہ حسن کے موضوعات پر بھی بحث کی جاتی ہے۔

جمالیات کو اگر تاریخی پس منظر میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قدیم یونان میں جمالیات کے عنوان کے تحت بہت کم لکھا گیا ہے۔ تاہم بنظر غور دیکھا جائے تو یونانی فلسفہ فن اور فلسفہ حسن کے نظریات مل جاتے ہیں۔ ڈاکٹر احمد ناصر اپنی کتاب ”تاریخ جمالیات“ میں یونانی فلسفہ کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

---

[1]یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لوئر مال کیمپس، لاہور

[2]پروفیسر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لوئر مال کیمپس، لاہور

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

"یونانیوں کے علاوہ کوئی بھی ایسی قوم نہ تھی، جس نے اپنی گہرائی اور گیرائی سے فلسفہ حسن و فن کا مطالعہ کیا ہو نہ صرف یہ بلکہ مطالعہ کے بعد حسن اور فن کے بارے میں اپنے نظریات بھی پیش کیے ہوں" (۱)

ڈاکٹر نصیر احمد کی یہ تحریر اس بات کی عکاسی کرتی ہے اہل یونان میں جمالیات کی مکمل تفہیم موجود تھی جو ان کے فلسفہ حسن اور فلسفہ فن کے مطالعہ اور اس پر مبنی نظریات پر مشتمل ہے۔ عظیم یونانی فلسفی سقراط سے قبل کے دانش مندوں کے نظریات ڈاکٹر نصیر احمد یوں لکھتے ہیں:

"قدیم یونان میں یونانی اپنی عبادت گاہوں اور خدا سے اپنی محبت کا اظہار شعر، رقص و سرود کے ذریعے سے کیا کرتے تھے۔ ان کے نزدیک خدائے مطلق اپنی ہستی کا اظہار کائنات کی خوب صورتی کے ذریعے کرتا ہے۔ لہذا انھوں نے فطری مظاہر کی پرستش شروع کردی کہ حسن فطرت ہی ان کے نزدیک ذات الٰہی کا پرتو تھا لہٰذا حسن کی تسکین آفرینی مسرت انگیزی اور کیف پروری ہی اس کی پہچان مقرر ہوئی۔ علاوہ ازیں حسن فطرت کو معرفت اور تفکر کا سرچشمہ بھی خیال کرتے تھے۔" (۲)

قدیم یونانیوں کے حوالے سے یہ بات نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ انھوں نے کبھی عقلی جذبات کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا تھا۔ ان کے مطابق یہ عشق تھا اور عشق ہی ان کے نزدیک ایک ایسا جذبہ ہے جو محبت، خلوص اور یگانگت جیسے احساسات انسان کے اندر بیدار کرنے کا موجب بنتا ہے۔ عشق ہی وہ سیڑھی ہے جس پر چل کر انسان حقیقت اولیٰ کو پالیتا ہے۔ اسی طرح، اہل یونان مظاہر فطرت کی خوب صورتی کی ستائش کے ساتھ ساتھ دیگر اشیاء کی خوب صورتی کی طرف بھی راغب ہوئے جس کا نتیجہ بت گری اور سنگ تراشی کی شکل میں سامنے آیا۔

"سعید احمد رفیق کے مطابق یونانی تاریخ کے اہم ترین اور مشہور شاعر ہومر اور ہیسوڈ ہیں۔ جن کی تحریروں میں شاعری اور رموز شاعری سے متعلق مباحث ملتی ہیں۔ اپنی نظموں ایلیڈ اور اوڈیسی میں ہومر شاعری کی دیوی ملتی ہے کہ روحانی فیضان اور وجدان عطا فرماتا کہ وہ اشیا کی حقیقتوں تک پہنچ سکے اور انھیں بیان کر سکے۔" (۳)

ہیسوڈ "دیوتاؤں کے نسب نامہ" کے دیباچہ میں یوں سوال کرتا ہے کہ:

"کس طرح شاعری کی دیوی نے آسمانی نغمہ کی روح اس میں پھونکی۔" (۴)

سعید رفیق احمد اپنی کتاب "تاریخ جمالیات" میں مزید لکھتے ہیں کہ ہومر کے مطابق مطرب، مقدس اور گانا ایک خداداد نعمت ہے جس سے انسان خوشی حاصل کرتا ہے۔ ہومر کے خیال میں صداقت، شاعری کے لیے ضروری ہے

عظیم فلسفی سقراط نے پچھلے تمام فلاسفر کے برعکس "انسان" اور انسان سے متعلق موضوعات پر بحث کی۔ جہاں سقراط سے قبل کے فلسفیوں کا موضوع بحث کائنات تھا وہاں سقراط نے پہلی بار "انسان" اور انسان کے مسائل کو موضوع بنایا۔ وہ بنیادی مسائل جن سے متعلق سقراط نے اپنے نظریات قائم کیے۔ (تاہم ہمیں جو کچھ بھی سقراط کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے وہ افلاطون کے مکالموں کے ذریعے معلوم ہوتا ہے) وہ علم، نیکی اور حسن ہیں۔ نصیر احمد ناصر اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"سقراط کے نزدیک مطلق حسن، مطلق خیر اور مطلق مساوات جیسی کوئی شے موجود ہے۔" (۵)

درج بالا اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ سقراط کے مطابق حسن ایسی خوبی ہے جس کی موجودگی کسی شے یا جسم کو خوب صورت یا حسین بنا دیتی ہے۔ یعنی یہ حسن ہے جو اشیاء کو حسین بناتا ہے۔ سقراط کے مطابق حسن کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

"حسن ایسا ہے جسے ترقی ہے نہ تنزل۔ جو نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے اور وہ ایسا بھی نہیں کہ ایک نقطہ سے اچھا اور دوسرے سے برا ہو۔ وہ چہرے، ہاتھ یا وجود کے کسی عضو کے مشابہ بھی نہیں۔ وہ بیان یا علم کی کسی صورت میں بھی نہیں اور اس کی ہستی کسی دوسرے وجود

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

میں بھی نہیں۔لیکن صرف " حسن مطلق " بے نیاز،سادہ قیوم جو کسی کم یا زیادتی یا کسی تبدیلی کے بغیر،دوسری تمام چیزوں کے پڑھنے اور فنا ہونے والے " حسن میں ظاہر ہوتا ہے۔ " (۶)

سقراط کے نزدیک اور ہم آہنگی ہی کسی شے کو حسین بناتے ہیں۔سعید احمد رفیق اپنی کتاب "تاریخ جمالیات" میں لکھتے ہیں کہ افلاطون کے نزدیک حسن کسی شے میں اس وقت ہوتا ہے جب وہ اخلاق وضوابط کے تقاضے پر بھی پورا اترے۔

" وہ (افلاطون) اخلاقی معیار سے فنون لطیفہ کو پرکھتا ہے اور اس بنا پر شاعروں سے متوقع ہے کہ وہ شاعری میں صرف اعلیٰ اقدار کو پیش کریں۔۔۔۔۔۔وہ (افلاطون) شاعری کے خلاف نہیں بلکہ مداح ہے لیکن اسے اخلاق اور تعلیم کے اُصولوں سے جانچتا ہے۔ (۷) "

افلاطون کے بعد نہایت اہم فلسفی جس نے باقاعدہ طور پر فلسفہ فن پیش کیا افلاطون کا ہی شاگرد ارسطو ہے۔ارسطو کی مشہور زمانہ کتاب یعنی شعریات ہے جس میں اس کے فن اور حسن سے متعلق نظریات موجود ہیں۔ارسطو کے مطابق فنون لطیفہ میں یہ خوبی پائی گئی ہے کہ وہ کائنات میں موجود بھدی اور نامکمل اشیا کو حسین اور مکمل بنا دیتے ہیں۔احمد صدیق مجنوں ایم اے اپنی کتاب میں ارسطو کے فلسفہ فن کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"فنون لطیفہ قدرت کی اصلاح کر دیتے ہیں اور اس کے بھدے پن ہو اور بد نظمی کو سنوار دیتے ہیں۔ " (۸)

ارسطو کے نزدیک کوئی شے اس وقت حسین ہوتی ہے جب اس میں نظم وضبط(Order)،تناسب(proportion)قطعیت(Definition)،تعین(Determination)،ضخامت(Magnitude)اور اعتدال ہو۔۔ارسطو کے نزدیک اعتدال کسی بھی شے کے حسین ہونے کی علامت ہے۔

یہ تھا قدیم یونان کا جمالیات کے حوالے سے سوچنے والے کا انداز جس میں جمالیات کے مبہم سے تصور سے لے کر ارسطو کے باقاعدہ فلسفہ حسن اور فلسفہ فن کی نمود پذیری دکھائی دیتی ہے۔قدیم فلسفہ حسن و فن کے ازمنہ وسطیٰ کے معروف سینٹ آگسٹائین نے جمالیات کے موضوع پر دو کتابیں "The Beautiful" اور "Fut" کے نام سے تحریر کیں۔ نصیر احمد ناصر اپنی کتاب، تاریخ جمالیات میں آگسٹائن کے فلسفہ حسن کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

"ہر مادی شے کا حسن، اس کے اجزا کا تناسب اعتدال اور رنگ کی نظر افروزی ہے۔ " (۹)

یعنی آگسٹائین کے لیے تناسب اور اعتدال کے ساتھ ساتھ کسی شے میں اور کائنات میں موجود تضاد بھی اس کو حسین بنانے میں معاون ہے۔سینٹ آگسٹائین کے خیال میں رنگ، تناسب، اعتدال، ہم آہنگی، تنوع اور تضاد کسی شے کو حسین بناتے ہیں۔

فلسفہ جدید کے عقلیت پسند فلسفی اسپینوزا کے منفرد اور مختلف جمالیات کے نظریات بھی انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔اسپینوزا کے نزدیک کوئی ایک خوبی کسی شے میں نہیں بلکہ یہ ہمارے تخیل کی پیداوار ہے۔ نصیر احمد ناصر نے اسپینوزا کے حوالے سے اپنی کتاب میں یوں تحریر کیا ہے۔

" میں (اسپینوزا) تمھیں متنبہ کرتا ہوں کہ فطرت کے ساتھ ساتھ نہ حسن کو و قبح کو، نہ نظم کو اور نہ ہی بے نظیمی کو منسوب کرتا ہوں۔چیزیں صرف ہمارے تخیل سے ہی حسین یا قبیح، منظم یا برہم کہلاتی ہیں۔ " (۱۰)

لہٰذا اسپینوزا کے تحت حسن معروضی نہیں بلکہ وہ اس کو تخیل کی کارفرمائی سمجھتا ہے۔اس خیال میں کائنات میں موجود موسیقیت اور ہم آہنگی محض تخیل کی پروازیں ہیں۔

ڈیوہیوم عظیم تجربیت پسند فلسفی نے اپنے مشہور "Treatise of Human Nature" (رسالہ فطرت انسانی) میں فن اور فن کی ہئیت اور حسن اور حسن کی حقیقت جیسے موضوعات پر مبنی مضامین تحریر کیے۔ہیوم کے نزدیک بھی حسن نظم وضبط پر منحصر ہے۔اس کے مطابق اشیا کے عناصر ترا کیبی کی ایک خاص قسم کی صوری ترکیب اور نظم کا نام حسن ہے۔ہیوم کے خیال میں:

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

"ایسے نظم اور اجزا کی صوری ترکیب کا نام حسن ہے جو یا تو ہمارے بنیادی قانون فطرت اور رواج یا پھر تخیل کی جولانی کی وجہ سے ہماری روح کی تسکین و مسرت پہنچاتا ہے یہ حسن کی امتیازی خوبی ہے جو خود اس میں اور قبح میں کل امتیاز پیدا کرتی ہے۔ حسن کے الرحم قبیح کی فطری خاصیت اضطراب انگیزی ہے۔ مسرت و اضطراب نہ صرف حسن و قبح کے ضروری لوازمات بلکہ ان کی اصل ذات کی تشکیل کرتے ہیں۔ حسن کی تعریف عقل کی طرح تو نہیں ہو سکتی، مگر یہ ذوق اور احساس سے پہچان لیا جاتا ہے۔" (۱۱)

ایک مشکک فلسفی ہونے کے ناطے ہیوم نے نظریہ حسن بھی تشکیک کے انداز میں ہی پیش کیا۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ:

"حسن، اشیاء میں ان کی ذاتی صفت نہیں ہے۔ یہ تو صرف قلب میں ہوتا ہے کہ جو ان اشیاء پر غور و فکر کرتا ہے۔ چنانچہ ہر قلب ایک جداگانہ حسن کا مظاہرہ کیا کرتا ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ ایک شخص کو "حسن" کا احساس ہوتا ہے۔" (۱۲)

عقلیت پسند فلسفی لائیبنز کے نزدیک بھی حسن ترتیب و ہم آہنگی ہے۔ لائیبنز کے مطابق:

"حسن کی دو بنیادی خصوصیات ترتیب اور ہم آہنگی ہیں اور دونوں خصوصیات کا انحصار وضاحت میں پوشیدہ ہوتا ہے حسن کا دار و مدار ژولیدہ تصورات کو وضاحت سے پیش کرنے میں ہے۔ ژولیدہ تصورات جس قدر وضاحت سے پیش کیے جائیں گے، تخلیق اس قدر حسین ہو گی اور ان تصورات کو جس قدر غیر واضح طور پر پیش کیا جائے گا، تخلیق اسی نسبت سے قبیح ہے۔" (۱۳)

جرمن عالم جمالیات گوٹ فرائیڈ لیسنگ کا نظریہ حسن بھی قابل ستائش ہے۔ اس کے خیال میں حسن معروضی نوعیت کا ہے۔ لیسنگ کے مطابق:

"حسن معروضی ہے کیوں کہ وہ حسن صرف خارجی یا مادی پہلو کا قائل ہے اور مادی حسن کے متعلق اس کا تصور صوری، ہندسی اور وصفی ہے۔۔۔۔۔صوری حسن سے اس کا مقصود ایسا حسن ہے جو متشکل اور صورت پذیری ہو، بالفاظ دیگر شکل و صورت کا رہین منت ہو۔ ہندسی تصور حسن سے وہ ایسا حس مراد لیتا ہے، جس میں ہندسی تناسب پایا جائے، یعنی حسن ایسے تناسب کا نام ہے جسے علم ہندسہ کے ذریعے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ وضعی تصور حسن سے مراد یہ ہے کہ حسن، سادگی کا نہیں بلکہ آرائش و تکلفات کا مرہون منت ہے۔" (۱۴)

مزید یہ کہ لیسنگ حسن کی صفت جلال کی اس کی صفت جمال سے زیادہ اکمل سمجھتا ہے اور اظہاریت کا بھی قائل ہے۔ اس کے مطابق فن کو حسن برائے حسن کے نظریے کے مطابق تخلیق کیا جانا چاہیے۔ قدیم و جدید فلسفہ حسن کے نظریات کا جائزہ لینے کے بعد اُردو نظم کے جدید شاعر مجید امجد کی شاعری کے مضامین کی جانب دھیان جاتا ہے۔

نکہت ناہید ظفر اپنی کتاب "انگریزی رومانوی شعراء کے اُردو شاعری پر اثرات" میں لکھتی ہیں:

"مجید امجد کی شاعری پر اسرار دائروں، اُفق در اُفق پھیلے ہوئے خلاؤں، رنگ برنگی قوسوں اور کہکشاؤں کی شاعری ہے۔"

مجید امجد جدید شعراء میں ایک عظیم نام ہے۔ اس کی شاعری کا خوب صورت انداز اور منفرد خیال اس کو جدید شعراء میں ممتاز مقام عطا کرتے ہیں۔ وہ اپنی شاعری کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ان کی ایک ایک سطر کو میں نے صد ہا آتش بجاں لمحات کی تمازت میں ڈھالا۔ ماضی کی راکھ سے میں نے جن بجھتی چنگاریوں کو چنا، ان کے ہاتھوں پر ان شب و روز کے نقد قدم ہیں جو اس کائنات اور اس کے حسن پر اسرار میں کٹ گئے۔" (۱۵)

Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری مشاہدہ، تجربہ، مطالعہ اور سب سے بلند تخلیقی تجربہ معاصر شعراسے عمیق ترین ہے۔یوں تو مجید امجد کی مختلف نظموں میں کہیں کہیں اس کے نظریہ حسن کی جھلکیاں نظر آتی ہیں، مگر "حسن" جس کا شمار اس کی اولین نظموں میں ہوتا ہے، میں اس کا حسن کے حوالے سے باقاعدہ خیال اور نظریہ سامنے آتا ہے۔ نظم حسن درج ذیل ہے۔

یہ کائنات مرا اک تبسم رنگیں
بہار خلد مری ایک نگاہ فردوسیں
ہیں جلوہ خیز زمین و زماں مرے دم سے
ہے نو ریز فضا جہاں مرے دم سے
گھٹا؟ نہیں یہ مرے گیسوؤں کا پرتو ہے
ہوا؟ نہیں مرے جذبات کی تگ و دو ہے
جمال گل؟ نہیں بے وجہ نہیں پڑا ہوا ہوں میں
نسیم صبح؟ نہیں سانس لے رہا ہوں میں
یہ عشق تو ہے اک احساس بے خودانہ مرا
یہ زندگی تو ہے اک جذب والہانہ مرا
ظہور کون و مکاں کا سبب ! فقط میں ہوں
نظام سلسلہ روز و شب ! فقط میں ہوں(۱۶)

مجید امجد کی یہ نظم ۱۹۳۵ء میں لکھی گئی۔ نظم حسن بذاتِ خود اپنی اہمیت کا اظہار کررہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اشیاء کی خوب صورتی میں اپنی کرم فرمائی کا احساس دلا رہا ہے۔ جیسے تمام کائنات حسن کا یک تبسم رنگیں ہے۔ گھنگور گھٹائیں جو بلاشبہ خوب صورتی کی علامت ہیں۔یہ بھی حسن کے ہی گیسوؤں کی وجہ سے ہیں حسن کے جذبات کی وجہ سے ہوا ہے۔ پھول کی خوشبو، رنگینی اور لطافت حسن کی کرامت ہے۔ حسن ہے تو نسیم صبح ہے۔ان تمام مظاہر فطرت کے علاوہ خوب صورت انسانی جذبات بھی حسن ہیں جیسے عشق اور زندگی۔ مجید امجد کے مطابق اگر کائنات، بہار خلد، زمان و مکاں، گھٹا، ہوا، خوش نما پھول، صبح کی تازہ ہوا، عشق، زندگی، کون و مکاں کے ظہور کا سبب اور صبح و شام کے نظام کی خوب صورتی کو اگر انھی اشیاء اور مظاہر فطرت کو ہی خوبی سمجھا جائے تو یہ محض التباس اور دھوکہ ہو گا، کیوں کہ یہ سب تو حسن کی جلوہ گری ہے۔ان میں سے حسن کو نکال دیا جائے یہ مظاہر اپنی اہمیت اور خوبی کھو دیں گے۔ مجید امجدی شاعری میں مشاہدہ تجربے کی آنچ پہ لکھتا اور ڈھلتا نظر آتا ہے۔بقول نگہت ناہید نظر:

"مجید امجد ہو نکتے ہوئے جھونکوں، دریچوں میں لرزتے ہوئے تلشی کے پودوں، خزاں زدہ سوکھے پتوں اور زندگی ے اُجڑتے میلوں کا شاعر ہے۔" (۱۷)

یہی وجہ ہے کہ مجید امجد کے خیال میں نظم و ضبط، تسلسل، تضادات اور ہم آہنگی کائنات میں موجود ہیں اور یہ وہ خصوصیات ہیں جو کسی شے میں حسن کا باعث ہیں۔ مزید یہ کہ مجید امجد کے مطابق لطیف احساسات بھی حسن ہی کی بدولت ہیں۔یعنی احساسات کی لطافت حسن کی مرہون منت ہے۔ اگر ہم مجید امجد کا نظریہ حسن کا جائزہ لینا چاہیں تو جمالیات کی تاریخ پر طائرانہ نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جمالیات کی تاریخ سقراط، افلاطون، ارسطو، سینٹ آگسٹائین، اسپینوزا، ڈیوڈ ہیوم اور لیسنگ جیسے جمالیات دانوں سب کے نزدیک حسن کی کسی شے کو حسین بناتی ہے اور کسی کے خیال میں حسن نظم وضبط کا نام ہے۔ کوئی حسن کی تعبیر تناسب اور ہم آہنگی سے لیتا ہے اور کسی کے نزدیک حسن تضاد پر منحصر ہے اور کسی کے لیے حسن اشیاء کی خوبی ہے اور کسی کے لیے حسن اشیاء میں نہیں بلکہ انسان کا تخیل اشیاء کو حسین یا قبیح بنا دیتا ہے۔

مجید امجد کا فلسفہ حسن جو اس کی نظم "حسن" سے کشید کیا گیا انھی تمام نظریات پر مبنی ہے۔ جس طرح سقراط کے نزدیک حسن تناسب اور ہم آہنگی ہے اور اس نے یہ واضح کیا کہ خوب صورت چیز نہ بہت زیادہ بڑی ہوتی ہے نہ بہت زیادہ چھوٹی۔ ٹھیک تناسب اور ہم آہنگی ہی کسی شے کو حسین بنانے میں کارفرما ہوتے ہیں۔ اسی طرح مجید امجد

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

جب "روز و شب" کو "نظام سلسلہ روز و شب" کہتا ہے یعنی دن اور رات ایک منظم سلسلہ میں بندھے چلے جاتے ہیں اور یہ نظام جس میں کوئی جھول نہیں، تو وہ اس بے جھول منظم سلسلے کو حسن کی دلیل قرار دیتا ہے۔ تاہم مجید امجد کے فلسفہ حسن میں افلاطون کی خو نظر نہیں آتی جس میں افلاطون کے لیے حسین شاعری وہ ہے جو اخلاقی ضابطے پر بھی پوری اترے۔ مجید امجد نے اخلاق کی اس نظم کا موضوع نہیں بنایا۔

ارسطو کے نزدیک فنون لطیفہ کائنات میں موجود کمی کو پورا کرتے ہیں اور نامکمل شے کو مکمل بنا دیتے ہیں۔ مزید یہ کہ حسن کسی شے میں تب ہوتا ہے، جب اس میں نظم و ضبط، تناسب، قطعیت، تعین، ضخامت اور اعتدال ہو۔ مجید امجد کی نظم "حسن" کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے مجید امجد بھی ضخامت کو حسن گردانتا ہے۔ اپنی اس مختصر سی نظم میں اس نے مظاہر فطرت کی رنگا رنگی، نظم و ضبط اور نظام کی نشان دہی کی ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کائنات کو ضخیم سمجھتا ہے جو کہ ارسطو کے نزدیک بھی حسن کی علامت ہے۔

از منہ وسطیٰ کے عظیم فلسفیسینٹ آگسٹائین کے خیال میں تناسب، ہم آہنگی اور اعتدال کے ساتھ ساتھ رنگ اور تضاد کی خوبی کسی شے کو حسین بناتی ہے۔ مجید امجد کی نظم میں بلواسطہ اور بلاواسطہ رنگ کا ذکر کیا گیا ہے اور اسے حسن کا پرتو گردانا گیا ہے۔ مثلاً نظم کے چند مصرعے ملاحظہ ہوں۔ "یہ کائنات میرا اک تبسم رنگین"" گھٹا؟ نہیں یہ مرے گیسوؤں کا پرتو ہے!"" جمال گل؟ نہیں ہنس پڑا ہوں میں"، اور "نظام سلسلہ روز و شب! فقط میں ہوں"۔ ان تمام میں رنگ کو حسن کی علامت بتایا گیا ہے۔ چاہے وہ تبسم رنگیں ہو، گھٹا یعنی کالے گہرے بادل ہوں جن کو گیسوؤں سے تشبیہ دی گئی ہے جن کی صفت گہرا کالا رنگ ہے۔ "جمال گل" تبھی ممکن ہوتا ہے جب اس میں رنگ و خوشبو کا امتزاج ہو۔ پھول جمال رنگ کے بغیر ناممکن ہے۔ اور: شب و روز "یعنی دن اور رات، روشنی اور تاریکی بھی رنگوں کی علامت ہیں۔ جس میں "روز" ہر طرح کے رنگوں سے مزین ہے اور "شب" جس میں رنگوں کا نہ ہونا ہے۔ اس تمام جائزے سے ثابت ہوتا ہے کہ مجید امجد کے لیے حسن کی خوبی میں ایک لازمی جزو رنگ بھی ہے۔

ڈیوڈ ہیوم کے مطابق حسن اشیاء کی ذاتی صفت نہیں بلکہ یہ تو قلب میں ہوتا ہے جو اشیاء پر غور و فکر کرتا ہے اور ہر قلب ایک جداگانہ حسن کا مظاہرہ کرتا ہے۔ لہٰذہ ہیوم کے مطابق بھی حسن موضوعی ہے لیکن مجید امجد حسن کو معروضی گردانتا ہے۔ ان کی شاعری دھوپ، بارش، سرسبز پیڑوں کے سائے، صبحیں، شامیں، بہتی راوی پر کھیت اور اس میں پھل اور پھول، اے ری چڑیا، افریشیا کے آبی پرندے، کالی چونچ والی نیلے پیلے پنکھوں والی چڑیا اور اس کی پکار، زمین پر رنگینی چونٹیاں اور اپنے کھانے پینے کا بندوبست کرتے ہوئے ان کی قطار، پیڑوں کی لچکیلی باہیں، کونپلوں کے کنگن کا ذکر معروض میں حسن دیکھنے کی فکری عات کی دلیل ہیں۔ مجید امجد کی نظموں میں دھوپ، اس کی روشنی، اس کی حرارت کا بیان غور طلب ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا مجید امجد کی داستان محبت میں لکھتے ہیں:

> "مجید امجد کا دل اس کائنات کے ہر ذی روح کے لیے ایک موم بتی کی طرح پگھلتے اور سلگتے چلا گیا اور اسے اس کائنات کے مظاہر میں سے بھی وہی ایک مظہر بہت اچھا لگا ہے۔ جس کا لمس ایک عجیب طرح کی راحت پہنچاتا ہے اور جو ہر گھاؤ کے لیے مرہم ہے۔ میرا اشارہ "دھوپ" کی طرف ہے۔" (۱۸)

گویا مجید امجد نے معرض میں حسن تلاش کیا اور اس کی تخلیقی تجربہ بنایا۔ اپنی نظم "شاعر" ۲۰۱۱ء میں لکھتے ہیں۔

ہر اک چیز میرے لیے ہے فسانہ
ہر اک ڈوپ سے سن رہا ہوں ترانہ
مرے فکر کے دام میں ہے زمانہ (۱۹)

لہٰذا اپنے سامنے کے منظر کو ہیوم کے برعکس "خیال" نہیں بلکہ حقیقی قرار دیتے ہیں۔ لیسنگ نے حسن کی معروضی نوعیت کا نظریہ پیش کیا۔ مجید امجد کا فلسفہ حسن جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ حسن کی معروضی نوعیت کا حامل ہے۔

Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

اس تحقیقی مضمون میں کہ جس میں مجید امجد کی نظم "حسن" کا فلسفیانہ جمالیات کے موضوع "حسن کیا ہے؟" کے حوالے سے تجزیہ کیا گیا کہ مجید امجد اپنی نظم "حسن" میں کس قسم کے فلسفہ کا حامی دکھائی دیتا ہے۔ تجزیہ اور موازنہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مجید امجد کے نزدیک بھی حسن کا معیار وہی ہے جو قدیم وجدید فلسفیوں کا رہا ہے ۔یعنی کسی شے میں حسن تب ہے جب اس میں نظم وضبط، ہم آہنگی اور رنگ جیسی خوبیاں موجود ہوں۔ مزید بر آں حسن مجید امجد کے خیال میں معروضی ہے جسے اپنی پہچان کے لیے کسی موضوع کی احتیاج نہیں۔

حوالہ جات

۱۔ نصیر احمد ناصر، تاریخ جمالیات، ۱۹۶۲ء، ص:۳۴

۲۔ ایضا۔ص:۳۴

۳۔ ایضا، ص:۱۸

۴۔ ایضا، ص:۱۸

۵۔ ایضا، ص:۴۸

۶۔ ایضا، ص:۵۰

۷۔ سعید احمد رفیق، تاریخ جمالیات، ۱۹۷۲ء، ص:۳۱

۸۔ احمد صدیق مجنوں، ایم اے، تاریخ جمالیات یعنی اہل مغرب کے فلسفہ حسن پر ایک مختصر تاریخی تبصرہ، ص:۳۳

۹۔ نصیر احمد ناصر، تاریخ جمالیات، ۱۹۶۲ء، ص:۲۱۳۔۲۱۲

۱۰۔ ایضا، ص:۳۱۰

۱۱۔ ایضا، ص:۴۰۹

۱۲۔ ایضا، ص:۴۰۹

۱۳۔ ایضا، ص:۱۱۵

۱۴۔ ایضا، ص:۴۰

۱۵۔ مجید امجد، شب رفتہ، لاہور، نیا ادارہ، ص:۱۹۸

۱۶۔ کلیات مجید امجد، ترتیب، تدوین و تحقیق، ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص:۳۷

۱۷۔ پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، لاہور، ۲۰۱۵ء

۱۸۔ جمہوری پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص:۵۲

۱۹۔ کلیات مجید امجد، ترتیب، تدوین و تحقیق، ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء